اسلام کی تبلیغ میں حضرت خدیجہؑ کا کردار

ڈاکٹر انصار الدین مدنی

محمد ریاض، فضہ مسلم

مقدمہ

اسلام کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کا ایک بے مثال کردار ہے۔ بدقسمتی سے عالم اسلام میں ان دونوں شخصیات کی خدمات کو کماحقہ اجاگر نہیں کیا گیا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں ان ہستیوں کے کردار کو اجاگر کیا جائے، تاکہ جہاں ان کا حق ادا کیا جاسکے، وہاں ان کی سیرت و کردار کو نمونہ عمل بھی بنایا جاسکے۔ زیر نظر مقالہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی بے نظیر خدمات اور تبلیغ اسلام میں ان کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اسلام کی مخفی تبلیغ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کا کردار

پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ عقد کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) نے اپنی پوری دولت آنحضرت ﷺ کے سپرد کر دی جو نہ فقط ان کی زندگی میں اسلام کی تبلیغ پر خرچ ہوئی، بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی اسلام کی تبلیغ میں استعمال ہوتی رہی۔ بعثت کے بعد تین سال تک اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ مخفی رہا۔ یقینا اس دوران آنحضرت ﷺ نے اپنی تجارتی سرگرمیوں کو روکا ہوا تھا۔ کیونکہ بعثت سے قبل آپؐ غار حرا میں مشغول عبادت رہتے۔ جب وحی کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؐ اس کے بعد تجارتی سرگرمیوں اور کسب معاش کی حالت میں نہ تھے۔

تاہم سوال یہ ہے کہ اس دوران آپؐ کے گھریلوے اخراجات، غلاموں اور اہل خاندان کا خرچ، نیز معاشرے میں موجود یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور بے کسوں پر مالی ایثار کا خرچ کہاں سے پورا ہوتا تھا؟ یہاں تک کہ آنحضرتؐ غار حرا میں دوران عبادت بھی بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ابن ہشام، ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> "عبداللہ بن زبیر نے عبید بن عمیر بن قتادہ لیثی سے کہا: اے عبید! ہم بتایئے کہ کیسے جبرئیل آپؐ کے پاس تشریف لائے اور حضورؐ پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ راوی کہتے ہیں کہ جب عبید نے یہ واقعہ عبداللہ بن زبیر اور لوگوں کے سامنے نقل کیا تو میں اس وقت موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ: حضورؐ ہر سال میں ایک مہینہ غار حرا کے اندر خلوت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور جو مسکین آپؐ کے پاس آتا اس کو کھانا کھلاتے تھے"۔(1)

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ آنحضرتؐ اعلان نبوت سے پہلے اکثر غار حرا میں جایا کرتے تھے اس دوران سائل آکر سوال کرتے تھے اور آپؐ ان کی مدد کرتے تھے۔ آنحضرتؐ یتیموں سے بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ تبھی تو آنحضرتؐ غار حرا میں مراقبہ کے دوران بھی یتیموں کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب آپؐ کا کوئی کسب معاش نہ تھا، وہ مال و دولت جو آپؐ غریبوں اور یتیموں پر خرچ کرتے تھے، کہاں سے آتا تھا؟ یقینا یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت کا ایک حصہ تھا جو اس قسم کے کاموں کے لیے مخصوص تھا۔ اسی طرح دعوت ذوالعشیرہ میں تین دن تک کھانا کھلانے کی واقعہ جو کہ تاریخ اسلام کے مسلمہ واقعات میں سے ہے۔ علامہ حلبی نے اس واقعہ کی تفصیل کچھ یوں بیان کی ہے:

> "جب آپؐ پر وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (2) کی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے ابوطالبؑ کے مکان میں عبدالمطلب کی اولاد کو جمع کیا جن کی تعداد چالیس تھی۔ کتاب امتاع میں ہے کہ کل پینتالیس مرد اور دو عورتیں تھیں۔ غرض حضرت علیؑ نے ان آنے والوں کے لیے کھانا تیار کیا۔ اس میں بکری کی ایک ٹانگ تھی جس کے ساتھ ایک مدّ یعنی تقریبا سوا رطل گیہوں اور ساڑھے تین سیر دودھ تھا۔ چنانچہ ایک بڑے برتن میں کھانا لا کر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا اور آپؐ نے ان سے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر کھانا کھایئے۔۔۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے بات چیت کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے آپؐ کی بات کاٹ کر کہا: "اس شخص نے تم سب پر زبردست جادو کر دیا ہے۔" یا یہ کہا کہ: "ہم نے آج تک ایسا جادو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرت ﷺ ان سے کوئی بات نہیں کر سکے۔ اگلا دن ہوا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ جس طرح تم نے کل کھانا اور مشروب تیار کیا تھا اسی طرح میری طرف سے آج پھر وہی چیزیں تیار کر دو۔۔۔ چنانچہ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا۔۔۔(3)

دعوت ذوالعشیرہ کے واقعہ کے ضمن میں حلبی اور دوسرے سیرت نگاروں نے اس دعوت کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس دعوت کے انعقاد میں حضرت خدیجہ کی دولت اسلام کی تبلیغ پر خرچ ہوئی۔ اور یہ کہنا بجا ہو گا کہ نہ تنہا اس دعوت پر حضرت خدیجہ کا مال خرچ ہوا بلکہ آنحضرتؐ نے جو طریقہ اسلام کی نشرواشاعت کے سلسلے میں اپنایا ہوا تھا اس کا ایک انداز یہی تھا کہ آپؐ اس قسم کی ضیافتوں کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ انہیں دعوت ضیافت دے کر اس بات کا پابند بنا دیتے کہ وہ آپؐ کی بات سنیں۔ علامہ حلبی کی ایک اور روایت اس سلسلے میں یہ ملتی ہے:

"حضرت علیؑ نے بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کھانا پکایا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔ بنی عبدالمطلب کو میری طرف سے دعوت دے کر بلا لاؤ۔ چنانچہ میں نے چالیس آدمیوں کو دعوت دی۔ اب ان دونوں روایتوں کی موجودگی میں کہ آیا کھانا حضرت علیؑ نے پکایا تھا یا حضرت خدیجہؓ نے۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت علیؑ نے کھانا تیار کرنے کا کام حضرت خدیجہ (س) کے یہاں کیا ہو اور پھر لوگوں کو بلا کر ابوطالب کے مکان میں لائے ہوں۔ (4)

مذکورہ دونوں عبارتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ آنحضرتؐ اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے سے پہلے دعوت ضیافت کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایسی دعوتوں کو سیرت نگار اگرچہ معجزات نبویؐ میں شامل کر کے خرچ ہونے والے سرمایہ کو کم سے کم ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے پاس حضرت خدیجۃالکبریٰ (س) کی دولت کی شکل میں کثیر سرمایہ موجود تھا۔ اس لیے اس قسم کی ضیافتوں کا اہتمام کرنے میں آپؐ کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہوتی تھی۔ اس کے علاہ سیرت کی کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ آنحضرتؐ موسم حج کے دوران حاجیوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ ظاہر ہے آپ اسلام کی دعوت کھڑے کھڑے نہیں دے سکتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کی سیرت میں یہ بات شامل تھی کہ آپؐ مہمانوں اور مسافروں کا نہایت خیال رکھتے تھے۔ اس اعتبار سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ ایسے لوگوں کو نہ صرف اسلامی تعلیمات سے آگاہ فرماتے تھے بلکہ ان کی میزبانی بھی کرتے تھے۔ اور اس قسم کی میزبانیوں پر خرچ ہونے والا سرمایہ حضرت خدیجۃالکبریٰ (س) کے مال و دولت سے مہیا ہوتا تھا۔

غلاموں اور کنیزوں کی آزادی:

بعثت کے بعد آپؐ نے خفیہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابتدائی طور پر جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان میں اکثریت غلاموں اور غریبوں پر مشتمل تھی۔ آنحضرتؐ یہ کوشش رہتی تھی کہ مسلمان، غلاموں کو خرید کر آزاد کریں تاکہ وہ اپنے آقاؤں کے ظلم و ستم سے نجات پا سکیں۔ آپؐ صاحب حیثیت صحابہ کرام رض کو بھی اس پر آمادہ فرماتے تھے کہ وہ غلام و کنیز خرید کر آزاد کریں۔ آنحضرتؐ نے وقتاً فوقتاً جو غلام اور کنیزیں آزاد فرمائیں، علامہ طبری نے ایسے سترہ غلاموں کا تذکرہ کیا ہے جن میں زید بن حارثہ، ثوبان، شقران، ابورافع، سلمان الفارسی، سفینہ، انستہ ابومسرح، ابوکبشہ، ابوموہیبہ، رباح الاسود، فضالہ، مدعم، ابوضمیرہ، یسار، مہران، مابور اور ابوبکرہ وغیرہ شامل ہیں۔ (5) بلکہ علامہ طبری کی عبارات سے آنحضرتؐ کی طرف سے کل بائیس آزادہ کردہ غلاموں کا تصور ملتا ہے۔

علامہ حلبی نے بھی سیرت حلبیہ میں آنحضرتؐ کے آزاد کردہ آٹھ مشہور غلاموں کا مختصر تعارف پیش کیا ہے جن میں زید بن حارثہ، ابورافع، شقران، انجشہ، رباح، یسار، سفینہ اور ماموں شامل ہیں۔ یہاں علامہ حلبی نے سلمان فارسی کے متعلق یہ وضاحت کی ہے۔ حضرت سلمان فارسی کو "آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام اس لیے کہا گیا کہ آپ ﷺ نے ان کی طرف سے ان کی آزادی کی قیمت ادا فرمائی تھی"۔ (6)

اس کے علاوہ علامہ حلبی یہ بھی لکھتے ہیں "مورخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں چالیس غلام آزاد فرمائے۔ عورتوں میں جن کنیزوں کو آپ ﷺ نے آزاد فرمایا ان میں ام ایمن، امیمہ اور سیرین شامل ہیں"۔ (7) ابن کثیر کے ہاں آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلاموں اور کنیزوں کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان میں اڑتیس ۳۸ غلام اور بیس ۲۰ کنیزیں شامل ہیں۔ (8)

خلاصہ یہ کہ سیرت نگاروں نے آنحضرتؐ کے آزاد کردہ جن غلاموں اور کنیزوں کا مختصر تعارف پیش کیا ہے، ان کی تعداد بیس، باون اور اٹھاون تک جا پہنچتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی طبیعت میں یہ بات شامل تھی کہ آپؐ غلاموں کو آزادی دلا کر سکون محسوس کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مکی زندگی میں بھی آپؐ غلاموں کو آزادی دلا کر سکون محسوس کرتے رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنے کا سرمایہ آپؐ کہاں سے اخذ فرماتے تھے؟ یقیناً آپؐ کے پاس یہ سرمایہ حضرت خدیجۃالکبریٰ (س) کے دیئے ہوئے مال و دولت کی صورت میں موجود تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ (س) نہ

فقط اپنی دولت آنحضرتؐ کے اختیار میں دے کر انسدادِ غلامی مہم میں آپؐ کے شانہ بشانہ رہیں، بلکہ غلاموں کی آزاد سے مربوط اسلامی احکام نازل ہونے سے بہت پہلے انہوں نے خود کئی غلام اور کنیزیں آزاد کیں۔

ہجرت حبشہ:

ہجرت حبشہ کے پس منظر کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی، ابن ہشام سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"محمد بن اسحاق مطلبی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان تکلیفوں اور مصائب کو ملاحظہ فرمایا جو ان کے اصحاب پر کفار کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ اگرچہ خود حضورؐ حفاظت الٰہی اور آپ کے چچا ابوطالب کے سبب سے مشرکوں کی ایذاء رسانی سے محفوظ تھے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے اصحاب کو بھی محفوظ رکھ سکتے۔ تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ حبش چلے جاؤ تو بہتر ہے کیونکہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق وراستی کی سرزمین ہے؛ یہاں تک کہ خدا تمہارے واسطے کشادگی فرمائے اور جس سختی میں تم ہو اس کو دور کر دے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اس حکم کو سن کر بہت سے مسلمان اپنا دین محفوظ رکھنے کی خاطر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔" (9)

مہاجرین کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی کا بیان ہے: "عام مؤرخین کا خیال ہے کہ ہجرت انہی لوگوں نے کی جن کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔" (10) لہٰذا ہجرت حبشہ کے مہاجرین کے بارے میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے پاس سفری اخراجات کے لئے کوئی قابل سرمایہ نہ تھا اور وہ قابلِ رحم حیثیت رکھتے تھے۔ ابن ہشام کے مطابق سب سے پہلے دس لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جن میں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہ، ابوحذیفہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ وغیرہ شامل تھے۔ پھر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے ہجرت کی اور پھر ان کے بعد بہت سے مسلمان حبش جانے لگے اور وہاں ان کی ایک کثیر تعداد جمع ہو گئی"۔ (11)

ظاہر ہے ابن ہشام کے نزدیک مہاجرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تبھی تو انہوں نے اس مقام پر مہاجرین کی تعداد کا تعین کرنے کی بجائے "بہت سے" اور "کثیر تعداد جمع ہو گئی" کے جملے لکھے ہیں۔ لیکن آگے چل کر ابن ہشام تمام مہاجرین حبشہ کا نام اور قبیلہ کی تفصیل لکھ کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ: "چنانچہ یہ سب لوگ جنہوں نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی ہے علاوہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے جو ان کے ساتھ تھے یا جو حبشہ میں پیدا ہوئے عمار بن یاسر سمیت تراسی آدمی ہیں۔ عمار بن یاسر میں شک ہے کہ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہے یا نہیں"۔ (12)

ابن کثیر ہجرت حبشہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

"واقدی کی روایت کے مطابق ان مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کی طرف بعثت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہجرت کی اور جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی ان میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں وہ لوگ ماش اور راکب کے درمیانی علاقے میں ساحل سمندر پر پہنچے اور وہاں سے حبشہ کے لیے نصف دینار پر کشتی کرایہ پر لی۔ ان پہلے ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں حضرت عثمانؓ بن عفان اور آپ کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہؐ، ۔۔۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ابن جریر اور بعد کے لوگوں نے ان کی تعداد بیاسی بتائی ہے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہے۔ اگر عمار بن یاسرؓ کو بھی ان میں شمار کیا جائے تو مردوں کی کل تعداد تراسی ہوتی ہے"۔ (13)

خود ابن کثیر اپنی کتاب کے حاشیہ میں مہاجرین حبشہ کی تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان مہاجرین اور ان کی صحیح تعداد کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے، ہم نے متفق علیہ ناموں کے متعلق سیرت ابن ہشام کے علاوہ ابن اسحاق کے گنوائے ہوئے نام دوسری متعدد روایات سے مطابقت کے بعد یہاں درج کیے ہیں"۔ (14)

علامہ طبری نے بھی مہاجرین حبشہ کی تعداد کا تعین نہیں کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ابوجعفر کہتا ہے اس پہلی ہجرت میں جو مسلمان ترک وطن کرکے حبشہ گئے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے بعض راویوں نے کہا کہ یہ گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں تھیں۔ حارث بن الفضیل سے مروی ہے اس پہلی ہجرت میں جن مسلمان مہاجرین نے خفیہ طور

پر متفرق حالت میں ہجرت کی ان کی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھی ان کے سوار اور پیدل شیعبہ آئے۔اللہ نے ان کی یہ مدد کی کہ عین اسی ساعت میں دو تجارتی جہاز بندرگاہ پرآئے۔جو ان کو نصف دینار کرایہ میں حبشہ لے گئے"۔(15)

پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں:

" چنانچہ بعثت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر حبشہ جیسے دورافتادہ ملک کی طرف روانہ ہوا۔تاکہ اس پرامن فضامیں وہ جی بھر کر اپنے رب کریم کی عبادت کرسکیں۔اپنے عقیدہ کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کرسکیں اور یہ قافلہ بارہ مردوں اور چارخواتین پر مشتمل تھا"۔(16)

مہاجرین نے یہ سفرچونکہ بحری راستہ سے کیاتھااس سفرمیں کرایہ کی مدمیں خرچ ہونے والے رقم کے متعلق پیر محمد کرم شاہ، احمد بن زینی دحلان کے حوالے سے یہ بھی لکھتے ہیں:

" یہ قافلہ رات کی تاریکی میں چھپ کر مکہ سے روانہ ہوا۔ایک کشتی حبشہ جارہی تھی انہوں نے فی کس نصف دینار کرایہ ادا کیا۔۔۔"(17)

اس ضمن میں علامہ حلبی کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

"ان حضرات صحابہ نے مکہ سے بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ ہجرت کی۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دوجہازوں کا انتظام بھی فرمایا۔یہ تاجروں کے جہاز تھے اور وہ تاجران لوگوں کو نصف دینار کی اجرت پر لے جانے پر راضی ہوگئے ۔۔"(18)

یہاں علامہ حلبی ایک ہی عبارت میں دومختلف باتیں لکھتے ہیں یعنی عبارت کے پہلے حصہ میں دوجہازوں کاذکر کیاہے جب کہ عبارت کے دوسرے حصہ میں کتاب مواہب کے حوالے سے ایک جہاز کا ذکر کرتے ہوئے اس کاکرایہ نصف دینار لکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علامہ حلبی کی مذکورہ عبارت مہاجرین کے کرایہ پر اٹھنے والی رقم کاتخمینہ پیش کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب کہ علامہ شبلی نعمانی یوں رقم طراز ہیں:

"ان لوگوں نے پانچ نبوی ماہ رجب میں سفر کیا۔حسن اتفاق یہ کہ جب یہ لوگ بندرگاہ پر پہنچے تو دوتجارتی جہاز حبش کو جارہے تھے۔جہاز والوں نے سستے کرایہ پر ان کو بٹھالیا۔ہر شخص کو صرف پانچ درہم دینے پڑے"۔(19)

اب تک کے حوالوں کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے ہرمسافرحبشہ تک جانے کے لیے مندرجہ ذیل تین کرایوں میں سے کوئی ایک کرایہ اداکرنے کا پابند تھا۔

1. حبشہ تک کا کرایہ ہرمسافر کانصف دینار مقرر تھا۔
2. مہاجرین حبشہ نے نصف دینارپر پوری جہاز کو کرایہ پر لیاتھا اس کی وضاحت اوپر کی گئ ہے۔
3. ہرمسافر کاکرایہ مکہ سے حبشہ تک کے لیے پانچ درہم مقرر تھا۔

نتیجہ کے طور پر یہ کہاجاسکتاہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے حبشہ تک کاکرایہ نصف دینار یاپانچ درہم کے طور پراداکیا۔چونکہ سابقہ روایات میں مہاجرین حبشہ کی متفق علیہ تعداد سامنے نہیں آتی ہے اس لیے ہم نصف دینار یاپانچ درہم کے اعتبار سے کوئی تخمینہ پیش نہیں کرسکتے۔ البتہ سیرت نگاروں کے اس غیرمتفقہ اقوال کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہجرت حبشہ اولی میں مہاجرین کی تعداد سولہ اور ہجرت حبشہ ثانیہ میں تراسی مان لی جائے توان کی کل تعداد ننانوے بنتی ہے اور اگر ہجرت حبشہ اولی میں مہاجرین کی تعداد پندرہ اور ہجرت حبشہ ثانیہ میں تراسی مان لیاجائے توان کی کل تعداد اٹھانوے بنتی ہے۔اس طرح مہاجرین حبشہ کی کرایہ نصف دینارکے حساب سے ساڑھے انچاس یا انچاس دینار بنتی ہے۔جب کہ علامہ شبلی کی عبارت کے حساب سے چار سو پچانوے یا چار سو چرانوے درہم بنتی ہے۔دور جاہلیت میں دینار کو جو حیثیت حاصل تھی اس کے متعلق نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

"دورجاہلیت میں عربوں اور بالخصوص قریش مکہ کے ہاں یہ اوزان و پیمانے مروج تھے:

دینار: یہ سونا وزن کرنے کے لیے تھا۔

درہم: یہ چاندی وزن کرنے کے لیے تھا۔(یاد رہے کہ دیناراور درہم میں ۷اور ۱۰کی نسبت تھی یعنی دس درہم سات دینار کے برابرہوتے تھے)

شعیر: یہ درہم کے ۱\۶۰کے برابر تھا۔

اوقیہ: ۴۰درہم کے مساوی تھا۔

نواۃ: یہ ۵درہم کے برابر تھا۔

مثقال: یہ کسی کسر کے ساتھ ۲۲قیراط کے مساوی تھا۔مصری مثقال ۲۴ قیراط کے برابر تھا۔

رطل: ۱۲اوقیہ کے برابر تھا۔ (20)

مذکورہ عبارت سے یہ نتیجہ نکلتاہے کہ دورجاہلیت میں درہم ودینار سب سے بڑی رقم تصور کی جاتی تھی۔مہاجرین حبشہ نے صرف مکہ سے حبشہ تک کرایہ کی مدمیں اتنی کثیر رقم کوخرچ کیاجب کہ حبشہ سے واپسی کاکرایہ اوردیگر اخراجات کے لئے یقینا مزید رقم بھی خرچ ہوئی ہو گی۔لیکن یہاں پھریہ سوال باقی ہے کہ یہ سب اخراجات کہاں سے پورے ہوئے؟ سیرت نگاراس ضمن میں خاموش ہیں۔لیکن یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتاہے کہ اتنی کثیر رقم خرچ کرکے مہاجرین کو حبشہ پہنچانے کاانتظام کرنا، سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کے مال ودولت کے ہمیں کوئی اور سرمایہ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے پاس نظر نہیں آتا۔چنانچہ مہاجرین کی کامیاب ہجرت اور حبشہ میں اسلامی تعلیمات کو صحیح شکل میں پیش کرنے کا موقع فراہم کرنے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی مال ودولت کا بہت بڑاکردار ہے۔

کفارمکہ کی طرف سے معاشی بائیکاٹ:

بائیکاٹ ایک ایسا عمل ہے جو مخالفین پر آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔چونکہ مدمقابل مالی،علمی،جسمانی اور روحانی اعتبار سے بائیکاٹ کرنے والوں کامحتاج ہوتا ہے،اس لیے وہ اپنے جائز ناجائز مطالبات منوانے کے لیے اسے سماجی اور معاشی دباؤمیں رکھتے ہیں تاکہ مدّمقابل اپنی خود مختاری کو نظرانداز کرکے درپردہ غلامی کی زندگی کو اپنانے پر مجبور ہو جائے۔دراصل،کفار قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کی افرادی قوت اور شجاعت وبہادری اور ابوطالب کے آنحضرتؐ کے متعلق محتاط رویے کی وجہ سے کفار مکہ کم از کم آنحضرتؐ کی زندگی کو نقصان پہنچانے سے باز رہے۔اس لیے کفار قریش بڑے غوروحوض کے بعداس بات پر متفق ہوگئے کہ اگر بنی ہاشم اور بنی مطلب کوہمارا کوئی عمل نقصان پہنچاسکتا ہے تووہ یہ ہے کہ ہم ان سے خرید وفروخت سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کریں۔لہٰذاانہوں نےایک طرح سےبنی ہاشم کےساتھ اقتصادی بائیکاٹ کیا۔اس بائیکاٹ کےحوالے سےابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ:

”قریش نے باہم اتفاق کرکے ایک عہدنامہ لکھاجس کا مضمون یہ تھاکہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی نہ کریں، نہ اپنی بیٹی ان کو دیں اور نہ ان کی بیٹی آپ لیں اور نہ ان کی کوئی چیز خریدیں اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کریں اور اس عہدنامہ کو لکھ کر انہوں نے زیادہ پختگی کے واسطے کعبہ شریف کے اندر لٹکادیا“۔(21)

کفارقریش بنی ہاشم اور بنی مطلب پر سب سے زیادہ تجارت روک کر دباؤ ڈال سکتے تھے۔اس لئے انہوں بنی ہاشم کے ساتھ خریدوفروخت کو نشانہ بنایا۔بقول ابن ہشام:

”جب قریش نے یہ عہد کیاکہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کسی چیز کی خریدوفروخت نہ کریں گے تو تمام قریش نے اس عہد پر دستخط کیے تھے اور اس عہد سے بنی ہاشم کو بہت نقصان پہنچا اور وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔“ (22)

کفارقریش کے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ اس بائیکاٹ کے حوالے سے طبری کابیان بھی ابن ہشام سے کافی حدتک متفق ہے۔اس حوالے سے علامہ طبری کامزید کہنایہ ہے کہ:

" قریش کے اس بندوبست پر بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب، ابوطالب کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی گھاٹی میں جا کر رہے۔ بنی ہاشم میں سے ابولہب عبدالعزیٰ بن عبد المطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالب کے مقابلے میں ان کی امداد کی۔ دو یا تین سال مسلمان اسی بے کسی کی حالت میں رہے، یہاں تک کہ ان کا زندگی گزارنا مشکل ہو گیا۔ کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی۔ کوئی چیز ان کو پہنچتی نہ تھی؛ البتہ اگر قریش میں سے کوئی ان پر ترس کھا کر کوئی چیز بھیجنا چاہتا تو خفیہ طور پر پہنچاتا۔" (23)

اس بائیکاٹ سے وہ تین قسم کے فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

1. مال ودولت جمع کرنے کی ہوس میں، ممکن ہے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے تجارت پیشہ افراد خاندان سے علیحدہ ہو کر ہم سے مل جائیں۔
2. کفار قریش کے تجارت پیشہ اشخاص اپنی تجارت کو مستحکم کرنے کے لیے بنی ہاشم اور بنی مطلب خصوصاً آنحضرتؐ کی تجارت کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔
3. آنحضرتؐ کے پسندیدہ اخلاق وعادات کی وجہ سے پورا معاشرہ آپؐ سے جڑا ہوا تھا۔ کفار قریش قبائلی عصبیت کے ذریعے ان لوگوں کو آپؐ سے جدا کرنا چاہتے تھے۔

جہاں تک عام لوگوں کو آپؐ سے جدا کرنے کی بات ہے تو اس کے لیے انہوں نے شادی بیاہ اور بات چیت نہ کرنے کی شرط معاہدے میں شامل کی تھی تاکہ سیدھے سادھے لوگ اپنی جاہلیت کی وجہ سے اس کام کو مذہبی فریضہ کے طور پر بجالائیں اور کفار قریش کے تجارت پیشہ افراد کے سرمایہ کو بڑھانے کا باعث بنیں۔ ذیل میں ہم مزید حوالے پیش کریں گے جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ کفار قریش کا مقاطعے کا عمل کتنا سخت تھا اور کفار قریش نے کس چالاکی سے لوگوں کے مذہبی اور عصبیتی جذبات کو ابھارا تھا۔

کفار قریش کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ بائیکاٹ کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب پر سخت اثرات کے حوالے سے ابن قیم کا کہنا یہ ہے کہ: " یہ لوگ تین سال تک اس جگہ محصور ونظر بند رہے۔ ان کو تمام ضروریات زندگی مہیا کرنی بند کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ انہیں سخت اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔" (24)

بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف کفار قریش کے اس اکٹھ اور بائیکاٹ کے حوالے سے ابن کثیر کی درج ذیل عبارت بھی قابل ذکر ہے:

" ان حالات کے پیش نظر اور مشرکین قریش کے روزافزوں ظلم وستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے آنحضرتؐ کی اجازت اور باہمی اتفاق رائے کے تحت فیصلہ کیا کہ وہ شعبِ ابوطالب میں پناہ گزین ہو جائیں۔۔۔ مشرکین قریش نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ انہوں نے مکے کے بازاروں میں پوشیدہ طور پر ان کی آمدورفت اور کبھی کبھار کھانے پینے کی چیزیں خرید کرلے جانے پر بھی قدغن لگادی۔ اس کے علاوہ، وہ آپؐ کو پیغامات کے ذریعہ قتل اور آپؐ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے"۔(25)

قریش کے اس بائیکاٹ کے حوالے سے مولانا مودودی رقمطراز ہیں کہ:

" انہوں نے بالاتفاق ایک دستاویز لکھی جس میں اللہ کی قسم کھاکر یہ عہد کیا گیا تھا کہ جب تک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب، محمد (ﷺ) کو ان کے حوالہ نہ کریں اس وقت تک ان سے میل جول، شادی بیاہ، بول چال اور خرید وفروخت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے گا۔ قریش کے تمام خاندانوں کے سربراہوں نے اس دستاویز کی توثیق کی اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکادیا گیا"۔(26)

قریش کے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف اس پیمان کے حوالے سے عبدالدائم لکھتے ہیں:

"قریش نہ تو بنی ہاشم کے ساتھ خود خرید وفروخت کرتے تھے، نہ کسی دوسرے کو کرنے دیتے تھے۔ اگر باہر سے کوئی تجارتی قافلہ مکہ آتا اور بنی ہاشم کا کوئی فرد اس سے کوئی چیز خریدنا چاہتا تو ابولہب زیادہ قیمت دے کر وہ چیز حاصل کرلیتا اور بے بس ہاشمی خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا"۔(27)

مذکورہ عبارتوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کفار قریش کے اس مقاطعے کے عمل سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئے۔

1. علامہ طبری کے قول کے مطابق ''ابولہب عبدالعزیٰ بن المطلب قریش کے پاس گیا اور اس نے ابوطالب کے مقابلے میں ان کی امداد کی''جب کہ ابن قیم لکھتے ہیں''پھر بنوہاشم اور بنومطلب میں سے بعض اہل ایمان اور بعض اہل کفر سے مل گئے''۔
2. سیدھے سادھے لوگوں نے اس مقاطعے کو خالصتاً مذہبی بنیادوں پر لیاکیونکہ مقاطعہ کرنے کا جومعاہدہ ہوا تھا اس کی تحریریں خانہ کعبہ کی چھت یادیوار پر لٹکادی گئی تھیں اس طرح عوام الناس کی نظریں روز اس معاہدے پر پڑتی تھیں جس کی وجہ سے وہ تجدیدوفاکاعزم کیاکرتے تھے۔
3. کفارقریش کی حمایت میں جولوگ تھے وہ کھل کر میدان میں آگئے اورآنحضرتؐ سے اعلانیہ دشمنی کا اظہار کرنے لگے۔
4. اس مقاطعے سے نہ صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کی تجارتی سرگرمیاں بری طرح متاثر ہوئیں بلکہ انہیں اس بات کا بھی یقین ہوگیا کہ کسی بھی وقت کفار قریش میں سے کوئی شخص چھپ کر آنحضرتؐ پر وار کرسکتاہے۔
5. کفارقریش کی بڑھتی ہوئی دشمنی کے پیش نظر آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے شعب ابی طالب کو اپنے مسکن کے طور پر اپنانے پر مجبور ہوگئے۔
6. آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے جب شعب ابی طالب میں چلے گئے تو کفار قریش کو موقع مل گیاجس کی وجہ سے انہوں نے اس دورانیہ میں بھرپور طریقے سے عوامی حمایت کا فائدہ اٹھایا اورآنحضرتؐ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت کے جذبات بھردیئے۔

شعب ابی طالب اور حضرت خدیجہ کا ایثار

یہ ایک حقیقت ہے کہ شعب ابی طالب میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت وثروت مسلمانوں کے کام آئی اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے علاوہ آنحضرتؐ کی حمایت کرنے والے تین سال کے طویل عرصے تک شعب ابی طالب میں تمام تر پابندیوں کے باوجود زندگی گزارنے میں کامیاب ہوئے۔علامہ حلبی لکھتے ہیں:

''ایک روز ابوجہل کو راستے میں حکیم بن حزام ملے۔ان کے ساتھ ان کاغلام تھاجو کچھ گیہوں اٹھائے ہوئے تھاجسے حضرت حکیم ابن حزام ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس لے جاناچاہتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ شعب ابوطالب میں ہی تھیں۔ابوجہل نے حکیم کو دیکھاتو ان کاراستہ روک کر کھڑاہوگیااور کہنے لگا:کیاتم بنی ہاشم کے پاس کھانالے کر جاؤگے۔خداکی قسم! ہرگز نہیں، ورنہ میں تمہیں سارے مکے میں رسوا کروں گا۔اس پر ابوالبختری ابن ہشام نے ابوجہل سے پوچھاکیا بات ہے؟ تو ابوجہل نے کہا:یہ بنی ہاشم کے پاس کھانالے کرجاناچاہتے ہیں۔ ابوالبختری نے کہا یہ کھاناتو یہ اپنی پھوپھی (خدیجہؓ) کے پاس لے جارہے ہیں جو وہاں اپنے شوہر کے ساتھ ہیں(اور خدیجہ بنی ہاشم میں سے نہیں ہیں) توکیااب تم ان کو اپنی پھوپھی کے پاس جانے سے بھی روکوگے۔ہٹو!ان کاراستہ چھوڑدو۔''(28)

شعب ابی طالب کے محصورین میں سے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کے ساتھ کوئی بھی تاجر کفارمکہ کے معاشی بائیکاٹ کی وجہ سے خریدوفروخت کرنے کے لیے تیارہی نہیں ہوتا تھا۔جب کہ بقیہ محصورین میں سے سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کے کوئی بھی مالی اعتبار سے اتناخوشحال نہیں تھاکہ وہ کفارمکہ یا باہر سے آئے ہوئے تاجروں کے منہ مانگے دام ادا کرکے کوئی چیز خریدسکے۔ان وجوہات کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعب ابی طالب کے محصورین کی بھوک، پیاس مٹانے کے لیے ایک طرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کامال وثروت کام آیا، وہاں دوسری طرف آپ کے خاندان والوں کی غیرت کام آئی اور انہوں نے آپ کے غیرہاشمی ہونے کی حیثیت سے فائدہ اٹھایااور شعب ابی طالب کے محصورین کی بھرپورمدد کی۔خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

1. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی موروثی خصوصیات اسلام کی نشرواشاعت کے سلسلے میں مددگار ثابت ہوئیں اور آنحضرتؐ کی حمایت ونصرت کے لیے خاندان بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کے علاوہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا خاندان بھی پیش پیش رہا۔ ظاہر ہے اس حمایت کے پیچھے حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی ذاتی صفات کارفرما تھیں۔

2. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی ذات میں کچھ ایسے فضائل تھے جن کی بدولت آپ نے انسان کے مقصدِ حیات کا باریک بینی سے مطالعہ کیا اور اپنے لیے زندگی گزارنے کے جو اصول وضوابط متعین کیے وہ آنحضرتؐ کی سیرت سے مطابقت رکھتے تھے۔ با الفاظِ دیگر حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی زندگی اسلامی تعلیمات کے آنے سے پہلے ہی ان تعلیمات کے تحت گزر رہی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو پسندیدہ اخلاق اور اعلیٰ کردار سے عبارت ہے۔
3. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) نے آنحضرتؐ کے اخلاق وعادات کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ آپؐ ہی نبی آخرالزمانؐ ہیں۔اس لیے آپ نے اطاعت وفرمانبرداری کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جسے دیکھ کر اللہ کے آخری رسولؐ اپنی زندگی کے آخری ایام تک آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔
4. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی ذات کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آنحضرتؐ نے سب سے پہلے الٰہی منشور سے آپ ہی کو آگاہ فرمایا جسے سن کر آپ نے فوراً نبوت کی تصدیق کی اور آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔
5. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت کا ایک مصرف گھریلو اخراجات خصوصاً مہمانوں کی ضیافت کے علاوہ یتیموں، مسکینوں اور نادار رشتہ داروں کی اولاد کی تربیت وپرورش کے ضمن میں تھا۔
6. سرزمین عرب میں نازل ہونے والی قدرتی آفتیں خصوصاً خشک سالی اور قحط کے متاثرین کی بحالی کے لیے حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت کام آتی رہی۔
7. خانہ کعبہ کی تعمیر وتوسیع کے کاموں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی پاکیزہ دولت کام آئی کیونکہ مکہ کے اکثر صاحب ثروت لوگوں کا مال حرام ذرائع سے کمایا ہوا تھا ،یا کسی یتیم اور کمزور شخص سے چھینا ہوا تھا۔
8. خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے مکہ آتے تھے ان کی ضیافت ومہمان نوازی کے ضمن میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت خرچ ہوتی رہی۔
9. ابتدائی طور پر آنحضرتؐ اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام خفیہ طور پر انجام دیتے تھے۔ظاہر بات ہے جن لوگوں تک یہ پیغام پہنچایا جاتا تھا انہیں دعوت دینے سے پہلے کھانے پینے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا جب کہ ان دعوتوں کا سلسلہ اعلانیہ تبلیغ کی حد تک تو تاریخی طور پر ثابت ہے اور ان دعوتوں کے اہتمام میں بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت خرچ ہوتی رہی۔ لہٰذا اس بات کے ثبوت کے طور پر دعوت ذوالعشیرہ کی ضیافت کے واقعات کو پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے رشتہ داروں کے سامنے اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے سے پہلے ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام فرمایا تھا۔
10. اس دور میں غلاموں اور کنیزوں کی بہات سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔آنحضرتؐ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) یقینا اس معاشرتی برائی کو ختم کرنے کے لیے ہمہ وقت پیش پیش رہتے تھے۔چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت کا ایک مصرف غلاموں اور کنیزوں کی آزادی بھی تھا۔
11. حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی اکثریت مالی اعتبار سے تنگ دست تھی۔ چنانچہ ان کے تمام اخراجات کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت سے پورا کیا گیا۔
12. شعب ابی طالب میں کفار مکہ کا معاشی بائیکاٹ اس بات کو تقویت پہنچاتا ہے کہ دوران محصوری حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی دولت کام آئی۔
13. حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) کی ذات سے مربوط دولت کے کردار کے علاہ بقیہ مساعی جمیلہ بھی اسلام کی تبلیغ وترویج کے سلسلے میں کام آتی رہیں۔ خصوصاًشعب ابی طالب کی محصوری میں حکیم بن حزام کا چھپ چھپا کر کھانے پینے کی چیزوں کا پہنچانا، اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ(س) نے مشکل وقت میں آنحضرتؐ کا ساتھ دینے کے لیے اپنے رشتہ داروں سے بھی مدد لی۔

14. آنحضرتؐ کی تمام بیویوں کوامہات المؤمنین ہونے کاجوالٰہی لقب ملا،اُس کی روشنی میں یہ بھی کہا جاسکتاہے کہ جس طرح ہرماں اپنے بچوں کے لئے اپناتمام مال لٹادیتی ہے،اسی طرح حضرت خدیجۃالکبریٰ(س) نے بھی اپناتمام مال ودولت اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے کاموں میں خرچ کیا۔اس لحاظ سے یہ کہنامناسب معلوم ہوتاہے کہ آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں اعتبارسے **"اُمُّ المؤمنین"** ہونے کاپوراپورا حق اداکیا۔

حوالہ جات

1۔ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، سیرۃالنبی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، ص۱۵۶

2۔الشعراء/ 214

3۔حلبی،علامہ علی ابن برہان الدین،ام السیر سیرۃ حلبیہ اردو، مترجم مولانامحمد اسلم قاسمی، جلداول نصف آخر، ص۲۵۳۔۲۵۴

4۔ایضاً، جلداول نصف آخر، ص۲۵۴

5۔الطبری،علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراہیم، حصہ اول، ص۵۰۳

6۔حلبی، علامہ علی ابن برہان الدین،ام السیر سیرۃ حلبیہ اردو، مترجم مولانامحمد اسلم قاسمی، جلداول نصف آخر، ص۴۴۴

7۔ایضاً، جلداول نصف آخر، ص۴۴۴

8۔ابن کثیر،علامہ حافظ ابوالفداعمادالدین،تاریخ ابن کثیرالبدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۵، ص۵۳۴ ۔۵۶۶

9۔ شبلی نعمانی، علامہ، سید سلیمان ندوی،، سیرۃ النبیؐ، ، ج۱، ص۲۰۷

10۔ایضا، ج۱، ص۱۵۱

11۔ابن ہشام،ابو محمد عبدالملک، سیرۃالنبی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، ج۱، ص۲۰۷۔۲۰۸

12۔ایضاً، ج۱، ص۲۱۳

13۔ابن کثیر، علامہ حافظ ابوالفداعمادالدین،تاریخ ابن کثیرالبدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۳، ص۱۲۷

14۔ایضاً، ج۳، ص۱۳۲

15۔الطبری،علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراہیم، حصہ اول، ص۹۵

16۔الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج۲، ص۳۴۳

17۔الازھری، پیر محمد کرم شاہ،ضیاء النبی، ج۲،ص۳۴۴بحوالہ احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویہ، ج۱،ص۲۴۵

18۔حلبی، علامہ علی ابن برہان الدین،ام السیر سیرۃ حلبیہ اردو، مترجم مولانامحمد اسلم قاسمی، جلداول نصف آخر، ص۳۶۱

19۔الازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج۲، ص۱۵۰۔۱۵۱

20۔پروفیسر ڈاکٹرنور محمد غفاری، نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، ص۳۱۔۳۲

21۔ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک، سیرۃالنبی (کامل) ابن ہشام، مترجم سید یسین علی حسنی نظامی دہلوی، ج۱، ص۲۲۹۔۲۳۰

22۔ایضاً، ج۱، ص۲۴۷

23۔الطبری،علامہ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، مترجم سید محمد ابراہیم، حصہ اول، ص۱۰۰۔۱۰۱

24۔ابن قیم، علامہ حافظ ابی عبداللہ محمد، زاد المعادفی ھدی خیرالعباد، مترجم رئیس احمد جعفری، حصہ دوم، ص۶۸۸

25۔ابن کثیر، علامہ حافظ ابوالفداعمادالدین،تاریخ ابن کثیرالبدایہ والنہایہ، مترجم پروفیسر کوکب شادانی، ج۳، ص۱۴۰

26 ۔مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، سیرت سرورعالمؐ،ج۲، ص۶۱۳، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور،اگست۱۹۷۹ء

27۔دائم،عبدالدائم دائم، قاضی،سیدالوریٰ جان دوعالمﷺ کی سیرت مطہرہ، ج۱،ص۲۶۲،جنگ پبلشرز، جولائی۱۹۹۶ء

28۔حلبی، علامہ علی ابن برہان الدین،ام السیر سیرۃ حلبیہ اردو، مترجم مولانامحمد اسلم قاسمی، جلداول نصف آخر، ص۴۰۹